غانا کی تاریخ نیز ان کو اقتصادی خود انحصاری کا مشورہ اور تعاون کی یقین دہانی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ر فروری ۱۹۸۸ء بمقام سالٹ پانڈ، غانا)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

عموماً ایسے ملکوں میں جہاں انگریزی بولی جاتی ہے انگریزی میں ہی میں بات کرتا ہوں لیکن خطبہ کے متعلق میں نے اپنا دستور یہی بنا رکھا ہے کہ چونکہ زیادہ تر احمدی پاکستان میں اردو دان ہیں اور انگریزی نہیں سمجھتے اس لئے ان کی خاطر خطبہ اردو ہی میں دیا کروں۔

آج پروگرام کے مطابق تو جمعہ کے بعد اختتامی اجلاس ہونا تھا لیکن وقت کی کمی کے پیش نظر میں نے امیر صاحب سے یہی گزارش کی کہ خطبہ کے خطاب ہی کو اس جلسہ کا اختتامی خطاب سمجھ لیا جائے۔ کل صبح یہاں آنے سے پہلے مجھے غانا کے ایک تاریخی قلعہ جس کو Old Castle کہتے ہیں وہاں جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں چیف پروٹوکول آفیسر نے مہربانی فرما کر مجھے اس قلعہ کے وہ تاریخی مقامات دکھائے جہاں آج بھی گزشتہ چند صدیوں کی تاریخ ثبت ہے۔ سترھویں صدی سے لے کر آج جبکہ بیسیویں صدی اختتام کو پہنچ رہی ہے مختلف یوروپین قوموں نے غانا میں جو نفوذ کیا اور غانا سے جو سلوک کیا اس کی ساری داستان اس قلعہ پر مُرتسم ہے۔ اس قلعہ میں مَیں نے وہ سرنگ یعنی زیرزمین Tunnel بھی دیکھی جو قلعہ سے نصف میل دور تک زمین کے اندر بچھائی گئی اور اس کے دوسرے کنارے سے جو ایک جنگل میں کھلتا تھا کثرت سے غانا کے باشندوں کو زنجیروں میں جکڑ کر

اس قلعہ میں منتقل کیا جاتا تھا۔ اس قلعہ میں اس سرنگ کا ایک کنارہ کھلتا ہے لیکن اوپر تک سیڑھیاں نہیں بنی ہوئیں اس لئے اُن مظلوم غلاموں کو زنجیروں سے لٹکا کر اوپر کھینچا جاتا تھا اس سے چند قدم کے فاصلہ پر ایک ایسی Dungeon یعنی غار نما جیل خانہ بنا ہوا ہے جہاں بمشکل بیس پچیس آدمی شریفانہ طور پر رہ سکتے ہیں لیکن Dungeon میں دو دو سو غلاموں کو بیک وقت ٹھونس دیا جاتا تھا۔ اس وقت تک وہ نہایت ہی دردناک، ناقابل بیان حالت میں Dungeon میں قید رکھے جاتے تھے جبتک کہ کوئی سمندری کشتی جو غلاموں کے کاروبار کے لئے استعمال کی جاتی تھی وہاں پہنچ کر ان کو اس ملک سے دوسری غلام منڈیوں کی طرف منتقل کرنے کے لئے نہ پہنچ جائے۔

پس ایک طرف تو ساری قوم کو غلام بنانے کے لئے ایک آزادانہ جدوجہد جاری تھی۔ دوسری طرف خفیہ طور پر ملک کے باشندوں کو ہمیشہ کے لئے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر ساری زندگی نہایت ہی دردناک طریق پر ان کے کام لینے کے لئے غیر ملکوں میں بیچا جاتا تھا۔ پس جہاں جہاں یہ غلامی کا کاروبار جاری ہوا رفتہ رفتہ سارا ملک غلامی کے اندھیرے تلے ڈوب گیا لیکن عجب تضاد یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ سفید فام پادری سارے ملک کو ان کی روحوں کی آزادی کا پیغام دیتے ہوئے ملک میں جگہ جگہ پھر رہے تھے۔ بظاہر یہ ایک بہت ہی خوفناک تضاد ہے کہ جسموں کو غلام بنانے والے روحوں کو کیسے آزاد کرا سکتے ہیں لیکن جب میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ روحوں کی آزادی کی خاطر وہ یہاں نہیں آئے تھے بلکہ بدنوں کی طرح روحوں کو بھی غلام بنانے کے لئے یہاں پہنچے تھے۔ یہی وہ حکمت عملی ہے جو یوروپین اقوام نے دنیا میں ہر قوم کے ساتھ اختیار کی یعنی ایک طرف تو ان کے بدنوں کو غلام بنایا گیا، اس کی سیاست کو غلام بنایا گیا، ان کی معیشت کو غلام بنا دیا گیا، ان کے معاشرے کو غلام بنایا گیا اور دوسری طرف روحوں کی آزادی کے نام پر ہمیشہ کے لئے ان کی روحوں کو بھی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔

اس دور میں جبکہ جدوجہد جاری تھی اس ملک کی ایک آزاد منش پر اٹھا کر چلنے والی قوم جو آشانٹی قوم کے نام سے مشہور ہے مسلسل یورپین اقوام سے آزادی کے خلاف جدوجہد کرتی رہی۔ اس قوم کو سب سے زیادہ مظالم کا نشانہ بنایا گیا اور ان کی روایتی شان کو ان سے چھیننے کے لئے اور ان کو سر جھکانے کے لئے ہر قسم کے ظالمانہ حربے استعمال کئے گئے لیکن جب دوسرے حربے پوری طرح

کارگر ثابت نہ ہوئے تو یہ آخری حربہ روحوں کی آزادی کے نام پر ان کے غلام بنانے کا حربہ بہت کام آیا اور سب سے زیادہ اس مظلوم قوم کو اس غلامی کے چنگل میں جکڑنے میں یوروپین قومیں کامیاب ہوگئیں۔ اس ملک کی تاریخ میں اس صدی کے آغاز پر ایک اور سلسلہ رونما ہوا وہ بھی ایک باہر سے آنے والی قوم سے تعلق رکھتا تھا یعنی جماعت احمدیہ سے۔ جماعت احمدیہ بھی یہی دعوے لے کر آئی کہ ہم تمہاری روحوں کو آزاد کرنا چاہتے ہیں، تمہیں ابدی زندگی کا پیغام دینا چاہتے ہیں تمہاری تعلیم کے لئے جدوجہد کریں گے اور تمہارے بدنوں کی صحت کے لئے بھی ہر ممکن کوشش کریں گے لیکن ان دونوں تاریخ ساز مہمات میں اگر بنظر غور دیکھیں تو زمین و آسمان کا فرق دکھائی دے گا۔ جماعت احمدیہ کے ساتھ نہ تیز و تفنگ آئے، نہ تلواریں اور توپیں۔ کوئی مملکت اپنے سایہ تلے جماعت احمدیہ کو لے کر آگے بڑھنے کے لئے نہیں آئی۔ جماعت احمدیہ غریبوں کی جماعت بن کر یہاں آئی لیکن روحانی دولت بخشتی رہی تعلیم کی دولت بخشتی رہی، جسموں کی صحت کے لئے کوشاں رہی اور اس کے بدلہ ایک آنہ یا ایک دمڑی کی بھی ملکی دولت کو یہاں سے لے کر باہر کے ملکوں میں نہیں بھجوایا۔ جماعت احمدیہ کے ساتھ ان تاجروں کے گروہ نہیں آئے جو کوڑیوں کے دام آپ کے ملک کا سونا لے کر اپنے ملک کی زینت کو بڑھاتے رہے بلکہ جماعت احمدیہ کی تاریخ اس سے بالکل مختلف نظارے پیش کرتی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء کا زمانہ جبکہ قادیان کی غریب بستی میں جماعت احمدیہ کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہوتے تھے کہ وہ اپنے مبلغوں کو مسلسل تنخواہ دے سکیں اور بعض دفعہ کئی کئی مہینے اس غربت کی وجہ سے ان کو فاقوں پر گزارا کرنا پڑتا تھا اس کے باوجود جب مصلح موعودؓ نے تمام جماعت کو افریقہ کی آزادی کی جدوجہد کے لئے بلایا اور اس بات کی طرف بلایا کہ مالی قربانیاں اور جسمانی قربانیاں اور اپنی روح اور نفس کی قربانیاں پیش کرو تا کہ ان مظلوم قوموں کی آزادی اور خصوصاً روحانی آزادی کے لئے سامان پیدا کر سکو تو سارے ہندوستان کی جماعت نے بیک آواز لبیک کہتے ہوئے بے شمار زندگیاں اس خدمت دین کے لئے پیش کیں، اس خدمت انسانی کے لئے پیش کیں اور اس غریب جماعت کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ سب کچھ افریقہ کی خدمت کے لئے پیش کر دیا۔

جماعت احمدیہ کے ابتدائی مبلغین کو جن مشکلات کا سامنا تھا آج آپ ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ تمام دنیا کی عظیم الشان حکومتوں کی طاقتیں اور چرچ کی بے شمار دولتیں ان کے مقابل پر

ایک عظیم قلعے اور ایک عظیم دیوار کے طور پر حائل ہوگئیں۔ یوروپین طاقتیں جو دولت یہاں خرچ کر رہی تھیں آپ لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے اور خود چرچ جو چرچ کی اپنی دولت سے جو روپیہ یہاں خرچ کر رہا تھا۔اس کا جماعت احمدیہ کی غریبانہ مساعی سے یہ موازنہ ہے کہ ساری جماعت احمدیہ کی ساری دنیا کی آمدن اتنی نہیں تھی جتنی چرچ کی ایک دن کی آمدن تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ برٹش پارلیمنٹ میں پارلیمنٹ کے ممبرز یہ تجویزیں پیش کر رہے تھے کہ کالونیز کو ہمیشہ کے لئے مستقلاً غلام بنانے کے لئے ضروری ہے کہ کثرت کے ساتھ ان ملکوں میں عیسائیت کی یلغار کر دی جائے اور عیسائی کوششوں کو حکومت کا پوری طرح سایہ حاصل ہونا چاہئے اور ہر قسم کی حمایت اور امداد حاصل ہونی چاہئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جبکہ عالمی چرچ کی کونسل نے یہ منصوبہ پیش کیا کہ افریقہ کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک مشنریوں کا اور سکولوں کا اور ہسپتالوں کا ایک جال پھیلا دیا جائے تا کہ چند سالوں کے اندر اندر سارا افریقہ عیسائیت کے قبضے میں آجائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ احمدی درویش واقف زندگی مبلغ ایک ایک دو دو کر کے افریقہ کے ممالک میں پہنچے تو غیروں نے تو مخالفت کرنا ہی تھی اپنوں یعنی مسلمانوں نے بھی ان سے ایسا دردناک ظالمانہ سلوک کیا کہ بسا اوقات ان کو مار پیٹ کر مردہ سمجھ کر بازاروں میں چھوڑ دیا جایا کرتا تھا۔ **یہ وہ زمانہ تھا جبکہ دنیا کے دانشور یہ اعلان کر رہے تھے کہ جماعت احمدیہ کی یہ کوشش کہ افریقہ کو عیسائیت کے چنگل سے نجات بخشے ایک احمق کی خواب سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور ان لوگوں کی ساری کوششیں کلیۃً ناکام بنادی جائیں گی لیکن آج دیکھو کہ صرف اس غانا میں یہ عظیم الشان مجمع اس بات کی گواہی دینے کے لئے کھڑا ہے کہ خدا کے بندے خدا پر توکل کرتے ہوئے جب خدا کے کام کے لئے زندگیاں پیش کرتے ہیں اور مصائب کے پہاڑوں کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ کی نصرت آسمان سے بھی نازل ہوتی ہے اور زمین پر سے بھی پیدا ہوتی ہے اور اس کو کامیاب کر کے دکھاتی ہے۔**

بظاہر یہ غلامی کے زمانے گزر گئے اور تاریخ کی باتیں بن گئیں لیکن جب میں نے اس قلعہ میں غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ نہیں ابھی افریقہ کی غلامی کے دن کٹے نہیں۔ ابھی بہت ہی مشقتوں کا سامنا باقی ہے، ابھی آزادی کی طرف کتنی ہی منزلیں طے کرنا پڑی ہیں۔ میں نے غور کیا تو مجھے دکھائی دیا کہ روحانی آزادی کا ہی کیا سوال ابھی تک ان کی جسمانی غلامی کے دن بھی پورے نہیں ہوئے۔

غلامی کے نام بدل گئے ہیں، زنجیریں تبدیل کر دی گئیں ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج بھی افریقہ اسی طرح غیر قوموں کی غلامی میں جکڑا ہوا ہے جس طرح آج سے سو سال یا دو سو سال پہلے تھا۔

پہلے افریقہ کی جو دولت اقتدار کے برتے پر اور طاقت کے دبدبے سے لوٹی جاتی تھی اب وہ مختلف قسم کے عالمی مالی نظام کے چنگل میں جکڑ کر اب بھی لوٹی جا رہی ہے۔ افریقہ آج بھی بے اختیار اور بے بس ہے اور غربت سے سسک رہا ہے آج بھی افریقہ غیر قوموں کا محتاج ہے۔ ہر وہ چیز جس کی افریقہ کو ضرورت ہے وہ غیر قوموں سے بن کر آتی ہے اور ہر وہ مال جو افریقہ میں پیدا ہوتا ہے سستے داموں غیر قومیں دن بدن پہلے سے زیادہ کھینچتی چلی جا رہی ہیں۔ اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے مجھے کچھ اور زنجیریں بھی نظر آئیں جو عیسائیت کے ساتھ اور سلطنت برطانیہ یا سلطنت ولندیزی یا جو بھی سلطنتیں باہر سے آئیں ان کے ساتھ ساتھ وہ داخل ہوئیں لیکن آپ میں سے اکثریت کو آج بھی وہ زنجیریں دکھائی نہیں دے رہیں۔ وہ مغربی تہذیب و تمدن کی زنجیریں تھیں ان زنجیروں کے بندھن میں جس طرح کل افریقہ جکڑا ہوتا تھا آج بھی اس طرح جکڑا ہوا ہے بلکہ وہ بندھن اور بھی زیادہ تنگ اور شدید ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آپ میں سے ایک بھاری طبقہ ایک ایسی طرز زندگی اختیار کرنے کا عادی بنایا جا چکا ہے کہ جن کی اب بس میں نہیں رہا کہ اس طرز زندگی سے چھٹکارا پاسکیں اور اس طرز زندگی کی بقا کا تمام تر انحصار غیر قوموں میں پیدا ہونے والی اجناس اور غیر قوموں میں پیدا ہونے والی صنعتی اشیاء کے ساتھ ہے۔

چنانچہ میں نے افریقہ کے جن ممالک کا دورہ کیا انہیں بہت ہی بدحال پایا اور اس لحاظ سے انتہائی درد محسوس کرتا رہا اور انتہائی کسک محسوس کرتا رہا۔ ان کے بڑوں سے بھی اور ان کے چھوٹوں سے بھی میں نے گفتگو کی اور میں نے محسوس کیا کہ وہ خود جانتے ہیں کہ آج بھی مہذب اور عظیم الشان قومیں امداد کے بہانے اور قرضوں کے بہانے ان کو جن زنجیروں میں جکڑتی چلی جا رہی ہیں ان کی آزادی سے سر دست افریقہ کو کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی۔ آج افریقہ اپنی سڑکوں کے لئے غیر قوموں کا محتاج ہے، اپنے پلوں کے لئے غیر قوموں کا محتاج ہے، اپنے کپڑوں تک کے لئے غیر قوموں کا محتاج ہے، اپنے جوتوں کے لئے غیر قوموں کا محتاج ہے، اپنی ٹوتھ پیسٹ کے لئے غیر قوموں کا محتاج ہے اپنی آئسکریم کے لئے غیر قوموں کا محتاج ہے، اپنی کوکا کولا کے لئے غیر قوموں کا محتاج ہے۔ کونسی

زندگی کی وہ ضرورت ہے مجھے بتایئے جس میں آج افریقہ آزاد ہو چکا ہے۔

اس تہذیبی غلامی کا سب سے بداثر افریقہ کے ان تعلیم یافتہ لوگوں پر پڑا جن کی طرز معاشرت ایسی بن چکی تھی کہ وہ اپنے ملک کی بجائے غیر ملکوں میں اپنے کو زیادہ ترجیح دینے لگے۔ پس افریقہ کو لوٹنے والا ایک ہاتھ نہیں رہا بلکہ ایک اور ہاتھ نمودار ہوا۔ ایک طرف سفید ہاتھ افریقہ کو لوٹ رہا تھا دوسری طرف افریقہ کا اپنا کالا ہاتھ بھی افریقہ کو لوٹنے میں مصروف ہو گیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت افریقہ کی تہذیبی اور تمدنی اور اقتصادی آزادی میں سے بڑی روک وہ دوسرا ہاتھ ہے جو افریقہ کے ملک سے تعلق رکھتا ہے لیکن غلامی کی زنجیروں کو مستقل اور پختہ کرنے میں وہ غیر قوموں کی امداد کر رہا ہے۔ مجھے افریقہ کے بہت سے دانشوروں اور صاحب اقتدار دوستوں سے اس مسئلہ پر گفتگو کا موقع ملا اور حکومت کے بااختیار لوگوں سے ملنے کے بعد میرا یہ یقین پختہ ہو گیا کہ وہ اپنی سرتوڑ کوشش اس بات کی کر رہی ہیں کہ کس طرح افریقہ کی سیاسی آزادی کو ہی نہیں بلکہ اقتصادی اور معاشی اور تمدنی آزادی کو بھی بحال کریں۔ وہ عظیم الشان منصوبے اس بات کے بنا رہے ہیں کہ افریقہ کی ضرورت کی چیزیں افریقہ ہی میں انڈسٹری کے ذریعہ پوری کی جائیں۔ وہ ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ سڑکوں کی بحالی کا انتظام ہو اور پل بنائے جائیں تا کہ افریقہ کے جنگلوں کے علاقے سے قیمتی اشیاء آسانی کے ساتھ شہروں کی طرف منتقل ہو سکیں لیکن ان کی راہ میں سب سے بڑی مشکل یہی ہے کہ اس عالمی سرمایہ کاری کے نظام میں سرمایہ حاصل کئے بغیر اس قسم کے ترقیاتی منصوبے جاری نہیں کئے جاسکتے اور سرمایہ کاری کے لئے جب وہ مغربی قوموں سے رابطہ کرتے ہیں تو جن شرطوں پر سرمایہ کاری کے لئے وہ تیار ہوتے ہیں وہ شرطیں صرف حال ہی کو نہیں مستقبل کو بھی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کے لئے ایک جال کی طرح کام کرتی ہیں، ایک سازش کی طور پر رونما ہو رہی ہیں۔

قومی خدمت سے سرشار اور یہ عزم لئے ہوئے کہ ہر قیمت پر افریقہ کی ترقیات کے منصوبے جاری کرنے ہیں۔ ایک ایسے دوست سے میری ملاقات ہوئی جو حقیقتاً کلیۃً پورے خلوص کے ساتھ غانا کی خدمت پر آمادہ اور صرف آمادہ ہی نہیں بلکہ مستعد دکھائی دیئے لیکن انہوں نے بڑے پُر درد انداز میں مجھے اپنے تلخ تجربوں سے آگاہ کیا کہ کس طرح غیر قوموں سے گفت وشنید کے نتیجہ میں وہ محسوس کرتے رہے کہ جب بھی اقتصادی ترقی کے لئے کوئی منصوبہ ان کے سامنے پیش کیا

جاتا ہے تو وہ ایسی شرطیں پیش کرتے ہیں جن کے نتیجہ میں یہ خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم اپنا مستقبل بھی ان قوموں کے ہاتھ میں بیچ دیں گے۔ چنانچہ مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ ہم ہر قسم کے خطرات سے آگاہ ہیں اور پوری کوشش کر رہے ہیں کہ مزید نقصان سے بچتے ہوئے ایسے معاہدے کریں جن کے نتیجہ میں افریقہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے یعنی غانا ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میری دعا یہی ہے کہ آپ کامیاب ہوں۔ میری دلی تمنا یہی ہے اور اس ملک سے جانے کے بعد بھی میں ہمیشہ درد سے آپ کے لئے دعا کرتا رہوں گا لیکن اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے کبھی بلی چوہے کے کھیل میں یہ نہیں دیکھا کہ چوہے کی کوشش بلی پر غالب آنے میں کامیاب ہو سکی ہو۔ ہاں میں نے ضرور خود اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک بلی جس کا پیٹ بھرا ہوا تھا ایک چوہے سے کھیلتی رہی وہ چاہتی تو اسے ہرگز اپنے بل میں داخل نہ ہونے دیتی لیکن جب اس نے کھیل کر شوق پورا کر لیا تو خود اپنی رضا سے اسے بل میں داخل ہونے دیا مگر افسوس صد افسوس کہ آج افریقہ کو جن بلیوں سے واسطہ ہے ان کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا اور مستقبل میں بھی اس کے بھرنے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے۔

پس میں نے غور کیا تو مجھے پہلے سے بھی بڑھ کر اس بات کا یقین ہو گیا کہ افریقہ کو خود اپنی ہستی کی شناخت دوبارہ کرنی پڑے گی اور خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا پڑے گا اور دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی پڑے گی اس کے سوا افریقہ کی نجات کا اور کوئی چارہ نہیں۔ پس میں نے جب یورپ اور افریقہ کے افق پر نظر دوڑائی تو اس بات سے حیران بھی ہوا اور مطمئن بھی کہ غانا کے جو لوگ یورپ اور امریکہ میں بس رہے ہیں۔ ان کے پاس اتنی دولت ہے کہ اگر وہ اس شعور کے ساتھ بیدار ہو جائیں اس عزم کے ساتھ بیدار ہو جائیں کہ ہم نے اپنی قوم کی خدمت کرنی ہے تو وہ روپیہ بھی جو خود یہاں سے وہ باہر منتقل کر چکے ہیں اور وہ روپیہ بھی جو باہر انہوں نے بیٹھ کر کمایا ہے ملک میں واپس بھیجنا شروع کر دیں تو آپ کو کسی غیر قوم کی مدد کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ ان تعلیم یافتہ متمول غانین سے بہتر تو پاکستان کے غریب مزدور اپنے ملک سے سلوک کر رہے ہیں اور وہ لوگ جو اقتصادیات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ پاکستان کی تمام دولت کا 40 فیصد وہ روپیہ ہے جو غریب مزدور باہر کے ملکوں سے کما کر اپنے ملک کو واپس بھیجتے ہیں۔ یہی حال ترکی کے مزدوروں کا

ہے جو جرمنی اور سوئٹزر لینڈ اور یورپ کے بعض دیگر ممالک سے روپیہ کما کر اپنے ملکوں کو بھیجتے ہیں یہی حال چیکوسلواکیہ کے مزدوروں کا ہے، یہی حال یوگوسلاویہ کے مزدوروں کا ہے، یہی حال مراکو کے مزدوروں کا ہے، یہی حال الجیریا کے مزدوروں کا ہے۔ دنیا کی جتنی قومیں میں نے دیکھیں وہ یورپ میں آکر یا امریکہ جا کر روپیہ کماتیں اور واپس اپنے ملکوں کو بھیجتیں ہیں لیکن یہ بدنصیبی اور بدقسمتی صرف افریقہ کے حصہ میں دیکھی ہے کہ یہاں کے لوگ نہ صرف باہر کا روپیہ باہر رکھتے ہیں بلکہ خود اپنے ملک کا روپیہ بھی یہاں سے نکال کر باہر منتقل کر رہے ہیں۔

پس فی الحقیقت اگر آپ آزادی کی تمنا رکھتے ہیں، اگر فی الحقیقت آپ ان آزاد قوموں کی صف میں شمار ہونا چاہتے ہیں جو تاریخ پر اپنے نام ثبت کر دیا کرتی ہیں تو پہلے اپنے نفسوں کو آزاد کریں اپنے رجحانات کو آزاد کریں، اپنے آپ کو مغربی تہذیب وتمدن کے رعب سے آزاد کریں اس کے بغیر افریقہ کی آزادی ممکن نہیں ہے۔

جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمام دنیا کی جماعتیں اس معاملہ میں آپ کی مدد کریں گی اور اس بارہ میں مَیں ان کی تفصیلی رہنمائی کروں گا کہ کس طرح افریقن کے ضمیر کو جھنجھوڑ کے بیدار کرنا ہے اور کس طرح سارے ملکوں میں یہ مہم چلانی ہے کہ جاؤ اپنے ملک کو جاؤ، وہاں کے غریبوں کے حال کو دیکھو، تمہاری آنکھیں جو یہاں کے ناچ گانوں کی مسرت میں پاگل ہوئی ہوتی ہیں اور اندھی ہو چکی ہیں۔ جائیں اور اپنے غریبوں کی حالت پر جا کر آنسو بہانا سیکھیں۔ **اسی میں زندگی ہے اور اسی میں آپ کا مستقبل ہے۔** غلامی کی یہ بھیانک رات جو صدیوں سے آپ کے ملکوں پر طاری ہے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ اس رات سے نجات دلانے میں ہر ممکن آپ کی مدد کرے گی، ہر لحاظ سے اس میں کوشش کرے گی لیکن جب تک آپ کے دلوں میں روشنی پیدا نہ ہو اس وقت تک یہ تاریکی کی راتیں دنوں میں تبدیل نہیں ہو سکتیں۔